۸ر نومبر ۱۹۷۳ء

رجسٹرڈ نمبر ڈی ایل ۹۲۲
فون نمبر ۲۹

ایڈیٹر

آل احمد سرور

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی ۲۰ پیسے

ہماری زبان

ہفتہ وار

جلد ۳۲ | انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) | شمارہ ۴۲

اداریہ

کانفرنس کی خبریں

۳ر نومبر کو مجلس استقبالیہ کے ممبروں کا جلسہ ڈسٹرکٹ کورٹ نئی دہلی میں ساڑھے پانچ بجے شام کو ہوا۔ اس میں تقریباً پچاس ممبر شریک تھے شرکاء میں ہر طبقے اور مکتب خیال کے لوگ موجود تھے جنرل سکریٹری نے کانفرنس کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔ جلسے میں یہ اعلان کیا گیا کہ دو سو سے اوپر مجلس استقبالیہ کے ممبر بن چکے ہیں اور ممبر سازی تیزی سے جاری ہے۔ انجمن لاج کلاں محل دہلی میں کانفرنس کا دفتر قائم ہو چکا ہے۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ کانفرنس کی جگہ اور نمائندوں کے قیام و طعام کا فیصلہ ۱۴ر نومبر تک کر لیا جائے اور اسی جلسے میں مجلس استقبالیہ کے عہدہ داروں کا انتخاب بھی کیا جائے۔ مجلس استقبالیہ کا اگلا جلسہ ۱۳ر نومبر کو ساڑھے پانچ بجے شام کو پرانی دہلی میں ہوگا۔ جگہ کا اعلان دہلی کے اخباروں میں نیز خطوط سے کر دیا جائے گا۔ ریاستی شاخوں کو ہماری زبان کے ذریعہ نیز گشتی خطوط کے ذریعہ مطلع کر دیا گیا ہے کہ اپنے کوٹے کے مطابق نمائندوں کا تعین جلد سے جلد کر لیں اور دسمبر کے پہلے ہفتے تک مرکزی انجمن کو ضرور مطلع کر دیں۔ ان سے یہ بھی توقع ہے کہ وہ ۱۹۷۲ء کی کارگزاری کی مختصر رپورٹ بھی اس وقت تک ارسال کر دیں گی۔ ریل کی رعایت کی اجازت ابھی تک وصول نہیں ہوئی ہے۔ امید ہے کہ جلد موصول ہو جائے گی۔ توقع ہے کہ کانفرنس میں ہندوستان کی مختلف ریاستوں سے تین سو کے لگ بھگ نمائندے شریک ہوں گے۔ کچھ ادیبوں، استادوں، ناشروں، صحافیوں، کتب فروشوں کو اس کے علاوہ مدعو کیا جائے گا۔ کانفرنس کی تاریخوں کا اعلان پہلے ہی ہو چکا ہے۔ یہ ۲۸، ۲۹، ۳۰ر دسمبر ہیں۔ ۲۸ کو صبح سندوین کا جلسہ ہوگا۔ سہ پہر کو کانفرنس کا افتتاح ہوگا۔ ۲۹ اور ۳۰ کو صبح شام کاروباری اجلاس ہوں گے۔ ۳۰ کی شب میں اردو پارک میں یا کسی ایسی ہی مناسب جگہ پر ایک پبلک جلسے کا بھی پروگرام ہے۔ تمام اردو دوستوں سے کانفرنس میں دامے، درمے، سخنے، قدمے تعاون کی درخواست ہے۔

اس موقع پر انجمن کی مطبوعات خاص رعایت پر فروخت کی جائیں گی۔ یہ بھی انتظام کیا جا رہا ہے کہ دہلی کے اہم کتب فروش اور ناشر

اپنے اپنے اسٹال لگائیں۔ ہماری زبان میں ساری تفصیلات برابر شایع ہوتی رہیں گی۔

سیدین نمبر

اردو ادب کے سیدین نمبر کی اشاعت میں بعض وجوہ سے تاخیر ہوتی گئی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب یہ نمبر تیار ہوگیا ہے اور نومبر کے دوسرے ہفتے میں شایع ہوجائے گا۔ چونکہ اس کی ضخامت ڈھائی سو صفحات سے زیادہ ہے اس لئے اس کی قیمت آٹھ روپے رکھی گئی ہے مگر جو لوگ اردو ادب کے باقاعدہ خریدار ہیں ان سے مزید چار روپے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ سالانہ چندے ہی میں محسوب ہوگا۔ اس نمبر میں سیدین صاحب کی خود نوشت کا ایک باب، اُن کی تحریروں کے اقتباسات اور اُن کے خطوط بھی شامل ہیں۔ اردو ادب کے دو اور شمارے بھی دسمبر تک شایع ہوجائیں گے۔

انجمن کا رسالہ سائنس

یہ اعلان کیا جاچکا ہے کہ انجمن اس سال سے اردو ادب کے علاوہ سال میں دو بار رسالہ سائنس بھی شائع کرے گی جس میں طبیعاتی اور حیاتیاتی علوم پر مضامین ہوں گے۔ رسالہ 'سائنس' کی مجلس ادارت کا ایک جلسہ ۱۳ اکتوبر کو انجمن کے دفتر میں ہوا جس میں پہلے شمارے کے مضامین منظور کیے گئے اور اگلے شمارے کے لئے پروگرام بنایا گیا۔ رسالے کی ادارت میں ڈاکٹر سعید الظفر چغتائی ریڈر فزکس علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے ہمارا بڑا ہاتھ بٹایا ہے۔ یہ رسالہ آف سیٹ پر شائع ہوگا اور کانفرنس کے موقع پر شائع کیا جائے گا۔ امید ہے کہ اس کی اشاعت سے اردو میں سائنسی ادب کے فروغ میں اور اردو دوستوں میں سائنسی مزاج پیدا کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔ مولوی عبدالحق نے ۱۹۲۸ء میں حیدرآباد سے 'سائنس' جاری کیا تھا، مگر یہ ۱۹۴۸ء کے بعد جاری نہ رہ سکا۔ امید ہے کہ یہ نیا 'سائنس' ہماری ذہنی زندگی کے ایک بڑے خلا کو پورا کرسکے گا۔ اگلے سال سے 'سماج' کے نام سے ایک اور سہ ماہی رسالہ شائع کرنے کا ارادہ ہے۔

کرشن چندر اور کیفی اعظمی کو اردو ادب ایوارڈ

لکھنؤ۔ لکھنؤ کی ادبی اور ثقافتی انجمن 'نہرو کلچرل ایسوسی ایشن' نے اس سال پہلا اردو ادب انعام کرشن چندر اور کیفی اعظمی کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ انعام میں ایک ہزار ایک سو ایک روپیہ نقد اور ایک نورانی تیل ٹرافی جس کی مالیت تقریباً ایک ہزار روپیہ ہے اترپردیش کے گورنر جناب اکبر علی خاں کانپور کے ایک جلسے میں یہ انعام پیش کریں گے۔

• ایم۔ اے۔ قدوائی

تصحیح

یکم اکتوبر کے ہماری زبان میں صفحہ ۷ پر ترقی اردو بورڈ کی کتابوں کا جو اشتہار شائع ہوا ہے اس میں "بچوں کے لیے" کے زیر عنوان کچھ کتابوں کے مصنفین کے ناموں میں ردوبدل ہوگیا ہے۔ قارئین ہماری زبان تصحیح شدہ نام نوٹ کرلیں۔

بچوں کے لئے

جانور اور اُن کے بچے	مترجم حفیظ الکبیر
سب کے باپو	سلطانہ فیضی
ہمارا جسم	محمد اکرم
چراغ کا سفر	سید محمد نوکی
چڑیاں	سلطانہ فیضی
کچھوا اور خرگوش	ڈاکٹر ذاکر حسین

• آر۔ این۔ چاڈھا
اسسٹنٹ ہیڈ یا ایگزیکٹیو

محمد انصاراللہ

کچھ "ڑ" کے بارے میں

(اردو بالیقین ہندی کی شیلی نہیں ہے لیکن اب تک اردو سے متعلق تحقیقات عام طور سے ہندی کی تحقیقات پر مبنی رہی ہیں میری خواہش ہے کہ اردو کے معاملات کو خود اردو کے آئینہ میں دیکھا جائے۔)

دیوناگری خط میں عربی اور فارسی کی بعض آوازوں کے اظہار کے لئے مماثل آوازوں کے لئے مستعمل حرفوں کے نیچے ایک نقطہ بنا دینے کا سلسلہ عام طور سے شروع ہو چکا ہے مثلاً क (ک) کے نیچے ایک نقطہ لگا کر क़ (ق) بنا لیتے ہیں۔ اگرچہ اس اصول کو موجودہ "ہندی" کے علما عام طور سے تسلیم کر چکے ہیں لیکن روانی تحریر میں اس نوعیت کے نقطہ کا حذف اب بھی معمولات میں سے ہے۔ یہ بات بہرحال مسلّم ہے کہ اس طور سے نقطہ بنانے کا سلسلہ فارسی رسم خط کے زیر اثر ہی شروع ہوا تھا۔

اردو کے علما حرف "ڑ" کو شروع سے "ڑائے ہندی" کہتے آئے ہیں چنانچہ یہ غلط خیال موجودہ "ہندی" ہی نہیں اردو کے علمی حلقوں میں بھی راسخ ہو گیا ہے کہ یہ آواز اصلاً اردو کی نہیں ہے بلکہ ہندی یعنی دیوناگری خط میں لکھی جانے والی زبان کی ہے لیکن یہ دلچسپ بات ہے کہ خود ہندی کے علما کے نزدیک حرف "ڑ" کا وجود قدیمی نہیں ہے اردو کے علمائے لسانیات نے بھی اُن کے اس خیال کو قبول کرتے ہوئے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ:

"ڑ کی آواز اٹھارھویں صدی کی ابتدا کا ارتقا ہے"

(مقدمہ تاریخ زبان اردو ص ۱۰۸)

کیفیت اس کی یہ ہے کہ دیوناگری (ہندی) تحریر میں ड (ڈ) کا وجود قدیمی ہے۔ زمانۂ مابعد میں اس کے نیچے ایک نقطہ بنا کر ड़ (ڑ) لکھنے کا چلن ہوا۔ اقتباس کے بموجب اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ موجودہ "ہندی" میں اس آواز کا سراغ اٹھارھویں صدی عیسوی کے اوائل سے ملتا ہے تو بھی یہ بات یقینی ہے کہ تحریر میں اس حرف کو رواج کافی بعد میں حاصل ہوا ہوگا۔ مرزا اردو شنفضیر نے اپنے مختصر رسالہ[1] "ضابطۂ ہندی" "سپی جدید ہندی" کی تمام ماتراؤں اور حرفوں کا ذکر کیا ہے لیکن اس میں "ڑ" اور "ڑھ" نہیں ہے یہ رسالہ سنہ ۲۰-۱۲۱۹ھ مطابق سنہ ۱۸۰۵-۱۸۰۴ء میں لکھا گیا تھا۔ اس میں مذکورہ دونوں حرفوں کا ذکر نہ ہونے سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ کم از کم اٹھارھویں صدی عیسوی کے عشرۂ اول تک جدید "ہندی" میں ان دونوں حرفوں کی جداگانہ حیثیت تسلیم نہیں کی گئی تھی چنانچہ آج بھی اگر ہندی کے علما ان حرفوں یا آوازوں کی قدامت سے انکار کریں تو اس پر تعجب کی کوئی وجہ نہیں۔

اردو میں حرف "ڑ" کا وجود نسبتاً پہلے سے ملتا ہے۔ انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کے کتب خانہ میں ملک محمد جائسی کی مشہور تصنیف پدماوت کا ایک قلمی نسخہ ۹ ربیع الاول سنہ ۱۰۹۸ھ مطابق سنہ ۱۶۸۷ء کا لکھا ہوا موجود ہے۔ اس میں حرف "ڑ" اور "ڑھ" دونوں کا استعمال عام طور سے ملتا ہے البتہ اس کو بجائے مختصر "ط" کے تین نقطوں کے ساتھ (ڑ) لکھا ہے راقم سطور کے خیال کے مطابق اردو میں یہ اس حرف کی قدیم ترین صورت نہیں ہے۔ بہر صورت یہ بات یقینی ہے کہ اردو تحریر میں یہ حرف "ڑ" اٹھارھویں صدی سے پہلے رواج پا چکا تھا۔ پروفیسر محمود خاں شیرانی نے اپنی تالیف "پنجاب میں اردو" میں ایک واقعہ بایں الفاظ نقل کیا ہے:

"سلطان فیروز تغلق نے اپنے عہد میں ایک لاکھ سے زیادہ غلام جمع کئے تھے جو زیادہ تر مشرقی ہندوستان سے علاقہ رکھتے تھے ... محمد شاہ نے اصلی دہلوی اور پوربی بنگالی کی شناخت کے لئے اُن سے لفظ کھڑا کھڑی کہلوایا" (حاشیہ ص ۴-۴۰۳)

افسوس ہے کہ شیرانی جیسے بالغ نظر محقق نے (غالباً سہواً) اپنے ماخذ کا ذکر نہیں کیا۔ بہرحال اگر

---

[1] راقم نے اپنی کتاب "اردو کے حروف تہجی" [illegible] میں رسالہ کا متن شامل کر دیا ہے اور یہ کتاب [illegible] المخدوم ڈاکٹر [illegible] نے شائع کر دی ہے۔

اس روایت کی صحت پر اعتماد کر لیا جائے تو ذیل کے امور سامنے آئیں گے:

۱۔ عہد فیروز میں "کھرا کھڑی" "کرد" ("ڑ" کی آواز کے ساتھ) ادا کرنے پر دہلی میں مقیم بعض لوگ قادر تھے۔ یہ آواز اس قدیم زمانے میں بھی موجود تھی۔

۲۔ "کھڑا کھڑی" کو خواہ کسی بھی طور پر سہی، اردو کے حروف میں ضبطِ تحریر میں لانا ممکن تھا اور یہ صورت اس حد تک واضح تھی کہ موجودہ دور کے بھی صاحبِ نظر اس میں حرف "ڑ" کے وجود کو پہچان سکتے ہیں۔

اس طرح اس دعوے کی قطعی طور پر تردید ہو جاتی ہے کہ "ڑ" کی آواز اٹھارھویں صدی کی ابتدا کا ارتقا ہے۔ بعض دوسری مختلف آوازوں کے بارے میں بھی اسی طور پر غلط خیالات عام و خاص میں عام ہو گئے ہیں۔ اردو میں حرف "ڑ" کو کبھی "زائے ثقیلہ" اور کبھی "زائے ہندی" کہا گیا ہے۔ تحریر میں بھی ابتدا سے ہی حرف "ر" (رائے قرشت) کے اوپر کوئی علامت (نقطے یا مختصر ط یا دونوں) لگا کر اس حرف کی صورت بنائی جاتی رہی ہے۔ اس طرح یہ بات پوری قطعیت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ اردو کے علمائے نزدیک "ڑ" اور "ر" میں ایک تعلق مسلّم ہے۔ تلفظ میں بھی یہ تعلق ظاہر ہے چنانچہ ایران اور افغانستان سے آنے والے "گڑ" کو "گر" اور "پڑا" کو "پرا" کہتے ہیں۔ اردو کے اساتذۂ قدیم کا کلام بھی اسی صورتِ حال کا مظہر ہے کہ وہ "پری" اور "کھڑی" یا "سر" اور "سڑ" کا قافیہ درست خیال کرتے تھے۔ اسی طرح اردو میں "د" اور "ڈ" کے مابین ایک تعلق ہے اور اردو کے معاملات و مسائل سے متعلق تحقیق کرتے ہوئے اس تعلق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ہندی تحریر میں حرف ڈ (ड) کے نیچے نقطہ بنا کر ڑ (ड़) کے اظہار سے یہ خیال عام ہو چلا ہے کہ "ڑ" کی آواز اپنی اصل کے اعتبار سے "ڈ" کی آواز کی تبدیل شدہ صورت ہے۔ یہ خیال اس پہلو سے ضرور صحیح ہو سکتا ہے کہ مغربی علاقے کی بولیوں میں جہاں "ڈ" ہے وہاں مشرقی علاقے کی بولیوں میں بسا اوقات "ڑ" آتی ہے مثلاً گاڈی یا گڈی (پنجابی) اور گاڑی (اردو) میں۔

اور اس لحاظ سے اردو کا تعلق یقینی طور سے انھیں بولیوں میں سے ہی کسی ایک سے ہو سکتا ہے جن میں "ڑ" کی آواز قدیم ہے لیکن اس سے یہ خیال نہ ہونا چاہیے کہ اردو میں "ڈ" کی آواز مفقود رہی ہے۔ اردو کا تعلق اس بولی سے ہے جس میں مغربی اور مشرقی دونوں علاقوں کی بولیوں کے اثرات موجود ہیں چنانچہ یہاں "ڈ" بھی ہے اور "ڑ" بھی۔ اس لحاظ سے پنجابی یا اس کے آس پاس کی بولیوں سے اس کا تعلق بس دور کا ہو سکتا ہے جہاں "ڈ" کا استعمال بہت زیادہ ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی سامنے آتا ہے کہ دیوناگری خط میں "ڑ" کے اظہار کی صورت چونکہ بہت قدیم نہیں ہے اس خط میں لکھے ہوئے قدیم مخطوطات کی رو سے کم از کم ان لفظوں کے تلفظ کے تعین میں غلطی کے تمام تر مواقع ہیں جن میں "ڑ" آتا ہے مثلاً لڑکا کو وہاں لڈکا (लडका) لکھا ہوگا۔ اس لئے ایسے مقامات پر بالخصوص اردو ہی کے مخطوطات معتبر ماخذ کا حکم رکھتے ہیں جہاں لڑکا کو "لڑکا" یا زیادہ سے زیادہ "لرکا" لکھا گیا ہوگا اور یہ بات متعین طور سے معلوم ہو سکتی ہے کہ اس لفظ میں بہر حال "ڈ" کی آواز نہیں ہے۔



پروفیسر ہارون خاں شروانی

حیدرآباد میں نئی مرکزی یونیورسٹی کے قیام کی تجویز

آندھرا اور تلنگانہ کے درمیان پیدا شدہ خلیج کو ختم کرنے کے مقصد سے پیش کردہ ۶ نکاتی فارمولا کا انتہائی اہم جز جسے اب تک نظر انداز کیا جاتا رہا ہے وہ حیدرآباد میں مرکزی یونیورسٹی کے قیام کی تجویز ہے۔ اس تجویز پر گذشتہ دو یا تین احتجاجی مہم کے دوران سیاسی قائدین نے شاید اس لئے خاطر خواہ توجہ نہیں دی کہ اس سے کسی طرح کے سیاسی اندیشے وابستہ تھے۔ یہ تجویز دراصل حیدرآباد کو ہندوستان کا دوسرا دارالحکومت بنانے یا کم از کم آندھرا پردیش کا ایک خود مختار یونٹ بنانے کی تجویز کے نتیجہ میں مرتب کی گئی۔ فارمولا میں درج دیگر ۶ امور کی بات چیت کے ذریعہ بلاشبہ یکسوئی کردی جائے گی لیکن جنوبی ہند میں مرکزی یونیورسٹی کے قیام کے مسئلے کا اس کے حسن و قبح کے لحاظ ہی سے جائزہ لیا جائے گا۔ تمام مرکزی یونیورسٹیاں دہلی، علی گڑھ، جامعہ، بنارس اور وشوابھارتی شمالی ہند میں واقع ہیں اس لئے جنوب میں بھی ایک مرکزی یونیورسٹی کے قیام کی ضرورت فطری تقاضوں کے مطابق ہوگی اس یونیورسٹی میں کن مضامین کی تعلیم دی جائے گی اور ذریعہ تعلیم کیا ہوگا۔

ظاہر ہے کہ نئی یونیورسٹی کا نظم و نسق تو ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلی ہوئی تقریباً ۱۰۰ یونیورسٹیوں کا چربہ تو نہیں ہوسکتا۔ ہر مرکزی یونیورسٹی کا انداز منفرد اور ایک دوسرے سے مختلف ہے اور اس نئی مرکزی یونیورسٹی کا بھی منفرد انداز ہونا چاہئے۔ انتہائی غور طلب اور کلیدی نوعیت کا مسئلہ نئی یونیورسٹی کا ذریعہ تعلیم ہے۔ ساری مخالفانہ ہنگامہ آرائیوں کے باوجود انگریزی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اب دو زبانیں ہندی اور اردو رہ جاتی ہیں۔ ہندی اس بنا پر کہ اسے ہمارے دستور میں نمایاں مقام حاصل ہے اور اردو اس وجہ سے کہ یہی وہ واحد زبان ہے جو ملک کے گوشہ گوشہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

جہاں تک جنوبی ہند کا تعلق ہے، اردو کو ہمیشہ یہاں ممتاز مقام حاصل رہا ہے سنہ ۱۸۸۴ء میں فارسی کے سابق ریاست حیدرآباد کی سرکاری زبان کی حیثیت اختیار کرنے سے قبل صدیوں تک اردو دکن کے تمام حصوں اور ان حدود کے آگے دور دراز تک بھی بولی اور سمجھی جاتی تھی اور یہ بلحاظ ذات پات و فرقہ کے ہر ایک کی زبان کا موقف رکھتی تھی۔ اس زبان کے ادیبوں، شاعروں وغیرہ میں ہر مذہب اور ہر ذات پات کے افراد شامل تھے۔ اردو زبان عثمانیہ یونیورسٹی میں اس کے قیام سنہ ۱۹۱۹ء سے سنہ ۱۹۴۸ء تک ذریعہ تعلیم رہی ہے وہ زبان تھی جس میں طلبہ کو نہ صرف ہیومانیٹیز بلکہ سائنس کے شعبوں میں ابتداء تا انتہا تدریس کی سہولتیں حاصل تھیں۔

ان طلبہ نے اردو ذریعہ تعلیم میں ڈگریاں حاصل کیں حتیٰ کہ ڈاکٹریٹ کے لئے بھی اردو کا استعمال کیا گیا اور امیدوار اپنے مقالے اردو میں لکھتے اور ان کے ساتھ انگریزی ترجمے منسلک کئے جاتے تھے۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں جب اس یونیورسٹی سے اردو ذریعہ تعلیم ختم کردیا گیا مختلف شعبہ جات میں زیر تعلیم طلبہ کی تعداد حسب ذیل تھی۔

ہیومانیٹیز (۲۸۰۳)، سائنس (۲۲۸۸)، کامرس (۱۰۲)، انجینیرنگ (۲۴۰)، میڈیسن (۳۵۱)، اگریکلچر (۱۱۰)، ویٹرنری سائنس (۵۳)، تعلیم (۵۸)، قانون (۲۰۴)، مذہب و ثقافت (۱۶۴)، قومی یکجہتی کو فروغ دینے کے مقصد کی تکمیل کے لئے جس سے ہر محب وطن کو دلچسپی ہے۔

نئی مرکزی یونیورسٹی میں اردو کو بھی ایک ذریعہ تعلیم بنانا بہتر ہوگا۔ کشمیر کے سوائے جو شمالی ہند میں واقع ہے، ہندوستان کی کسی ریاست میں اردو کو (تمام تنہا) علاقائی زبان کا موقف بھی حاصل نہیں ہے حالانکہ اس زبان کو ملک کی تمام ریاستوں کے عوام کے درمیان ربط وضبط اور عوام کو ایک دوسرے کے قریب لانے کا ذریعہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

اگر نئی یونیورسٹی میں اردو کو بھی ذریعہ تعلیم بنایا جائے تو اس سے اتحاد و یکجہتی کو مستحکم بنانے میں مدد ملے گی اور ۱۹۵۶ء میں نافذ شدہ نئے ڈھانچے میں علاقائی زبانوں کی تفریق کا جو رجحان پیدا ہوا ہے اس کو ختم کرنے میں مدد ملے گی۔ (بشکریہ سیاست حیدرآباد)

مراسلات

چند استفسارات کا جواب

جناب ایم۔ اے حسن بختیہروی صاحب نے درج ذیل استفسارات ہماری زبان میں اشاعت کے لئے بھیجے تھے اور قارئین ہماری زبان سے جواب مانگا تھا۔

"(۱) انگریزی کے VOWEL اور CONSONANT کی اردو اصطلاح کیا ہے؟

(۲) VOWEL اور CONSONANT کی اردو اصطلاح کی الگ الگ تعریف کیجئے۔

(۳) اردو حروف تہجی میں کتنے اور کون کون VOWEL ہیں؟

(۴) اعراب کی تعریف کیا ہے اور یہ کتنے ہیں؟

نوٹ: ایسے تمام جوابات شائع کئے جائیں جن میں اختلاف ہو تاکہ مختلف خیالات کی روشنی میں ان کو اچھی طرح سمجھا جا سکے۔"

ان سوالات کے مختصر جوابات درج ہیں:

(۱) اردو کی قدیم اصطلاحوں میں VOWEL کے لئے حرف علت اور CONSONANT کے لئے حرف صحیح استعمال ہوتا تھا۔ اردو کی ان دونوں اصطلاحوں سے آواز کے بجائے حرف کا تصور ابھرتا تھا۔ خود انگریزی کی اصطلاحوں میں بھی غیر لسانیاتی طور پر یہی مفہوم تھا۔ a e i o u انگریزی کے پانچ VOWEL بتائے جاتے تھے۔ جب کہ آواز کے اعتبار سے انگریزی کے VOWEL ان سے کہیں زیادہ ہیں۔ انگریزی میں ہر دو تصورات کے لئے اب بھی یہی دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں لیکن اردو نے اب VOWEL کے لئے مصوتہ اور CONSONANT کے لئے مصمتہ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ قواعد کی کتابوں میں اب بھی حرف علت اور حرف صحیح کی اصطلاحیں استعمال ہوتی ہیں لیکن ان کو صرف قواعدی اصطلاح کہا جا سکتا ہے۔ اردو لسانیات ان اصطلاحوں کو قبول نہیں کرتی اور ان کے بجائے مصوتہ اور مصمتہ استعمال کرتی ہے۔ ان کا چلن اب عام ہوتا جا رہا ہے۔

(۲) VOWEL یعنی مصوتہ اور CONSONANT یعنی مصمتہ کی جو تعریفات کی گئی ہیں ان کا تعلق کسی خاص زبان سے نہیں ہے، بلکہ یہ تو مجرد تصورات ہیں جن کا اطلاق ہر زبان پر ہوتا ہے، ہر زبان مصوتوں اور مصمتوں کا اپنا ایک مجموعہ استعمال کرتی ہے، جن میں سے بعض آوازیں دوسری زبانوں میں بھی ہو سکتی ہیں اور بعض آوازیں اسی ایک زبان یا چند ایک زبانوں کے لئے مخصوص ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ب کی آواز بہت عام ہے، لیکن ڑ کی آواز چند زبانوں میں ہی استعمال ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصوتوں اور مصمتوں کا مجموعی تصور تو مجرد ہے، لیکن پھر ہر زبان کے واسطے سے ان کا تعین ہو جاتا ہے۔ اس طور پر مصوتہ اور مصمتہ کی جو بھی تعریف ہوگی وہ کسی ایک زبان کے سلسلے میں نہیں ہوگی بلکہ یہ ایک جامع تعریف ہوگی جو تمام مصوتوں اور مصمتوں پر صادق آئے گی۔ (البتہ مصوتوں اور مصمتوں کی تقسیم کسی زبان کے ساتھ مخصوص ہوگی کیونکہ تمام امکانی آوازوں کا احاطہ کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے) تاہم ان کی جو تعریفات اب تک کی گئی ہیں، وہ خود اتنی واضح اور مسکت نہیں ہیں کہ ان کو حرف آخر کہا جا سکے۔ ایک مختصر تعریف وہ ہے جو بلاک اور ٹریگر (BLOCH AND TRAGER) OUTLINE OF LINGUISTIC ANALYSIS میں پیش کی ہے اور جسے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اپنی وقیع کتاب "اردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو" میں اختیار کیا ہے۔ وہ تعریف یہ ہے:

"مصوتے ان آوازوں کو کہتے ہیں جن کے پیدا کرنے کے لئے منہ کا اندرونی حصہ نسبتہً کھلا رہتا ہے۔ اس میں ہوا کے راستے کو نہ تو بند کیا جاتا ہے، نہ اسے تنگ کیا جاتا ہے، نہ درمیانی راستے کو روک کر ہوا کو پہلو کی طرف موڑا جاتا ہے اور نہ کسی خاص حصے کو مرتعش کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس مصمتے ایسی آوازوں کو کہتے ہیں جنہیں پیدا کرنے کے لئے ہوا کو حلق یا منہ میں کسی مقام پر بالکل بند کر دیا جائے یا اسے تنگ شگاف میں سے نکلنے پر مجبور کیا جائے یا درمیانی راہ سے ہٹا کر پہلو کی طرف موڑا جائے اور یا منہ کے

کسی حصے کو مرتسم کیا جائے۔

اگرچہ خود اس تعریف کے مصنف بھی اسے مبہم قرار دیتے ہیں لیکن یہ خاصی اطمینان بخش تعریف ہے۔ اور مصوتوں یا مصمتوں کے بارے میں جو بھی کہا جاتا ہے وہ اسی اجمال کی تفصیل ہوتی ہے۔ اس کو خواہ اردو مصوتوں اور مصمتوں پر منطبق کر لیا جائے یا انگریزی یا ہندی یا کسی بھی اور زبان کے مصوتوں اور مصمتوں پر۔

(۳) حروف تہجی اور مصوتوں کا تصور بالکل دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ اول تحریری شکل ہے اور دوسری تلفظی۔ دنیا کی شاید ہی کوئی زبان ہو جس کے تمام مصوتوں کے لیے اس کے رسم خط میں حرف موجود ہوں۔ موجودہ اردو حروف تہجی میں ا و ی مصوتوں کا کام دیتے ہیں۔ ہ اور ع بھی مصوتی آوازوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ "ہ" "ی" کبھی کبھی مصوتوں کی حدود سے باہر نکل جاتے ہیں۔ کہیں طبقاتی تلفظ میں "ع" مصوتہ کے بجائے مصمتہ کی آواز دیتی ہے۔ جو اس کی اصلی آواز ہے۔

(۴) مولوی عبدالحق کی تعریف کے مطابق اعراب وہ علامتیں ہیں جو خود حرف نہیں ہیں لیکن مصوتوں کی آوازوں کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ ان اعرابی علامات کو وہ ا و ی حروف کی مختصر صورتیں قرار دیتے ہیں، جو درست نہیں معلوم ہوتا۔ اس تعریف کے مطابق اعراب میں زبر (فتحہ)، زیر (کسرہ)، پیش (ضمہ) ہی شامل ہونے چاہئیں لیکن اردو اعراب میں ان کے علاوہ تنوین، جزم، مد، تشدید کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ اعراب کے اس تصور کا تعلق دراصل رسم خط سے ہے، نہ کہ صوتیات سے۔

علی گڑھ۔ عتیق احمد صدیقی

(صفحہ ۸ سے آگے)

غیر مسلم اردو مصنفین کانفرنس

لکھنؤ۔ آل انڈیا غیر مسلم اردو مصنفین کانفرنس ۱۰ر ۱۱ر نومبر کو منعقد ہوگی اس کی تیاریوں میں تیزی پیدا کرنے کے لئے شہر کے ادیبوں سربرآوردہ شخصیتوں کا ایک جلسہ رائل کیفے میں جناب جیت سنگھ سرنا کی صدارت میں ہوا۔

کانفرنس کے چیف کنوینر اور جنرل سکریٹری جناب رام لعل نے حاضرین کو شہروں شہروں میں ہونے والی زونل کانفرنسوں کے انعقاد کے بارے میں تفصیل سے بتایا انھوں نے بتایا کہ بمبئی، شملہ، حیدرآباد، کانپور اور متعدد بڑے شہروں میں اس کانفرنس کے سلسلے میں بڑا جوش پایا جاتا ہے اور وہاں لوگوں نے زونل کونسلیں بنا کر کام شروع کر دیا اس سلسلے میں ایک سوونیر بمبئی میں اور ایک کانپور میں شائع ہوگا۔

گورنر اترپردیش جناب اکبر علی خاں نے کانفرنس کے سلسلے میں دو ہزار روپے کا نقد عطیہ دیا ہے۔

اس موقع پر شہر کے ادیبوں، شاعروں اور ادب دوستوں کا تعاون حاصل کرنے کے لئے ایک کمیٹی بھی بنائی گئی ہے۔

۔ قومی آواز، لکھنؤ

اردو ٹیچروں کی تقرری میں غفلت

بسمت نگر: یہاں اردو ہائی اسکول کی نہم اور دہم کی جماعتوں میں اردو اور تاریخ جغرافیہ پڑھانے والے مدرسین کا تقرر ابھی تک عمل میں نہیں آتا ہے جس کی وجہ سے طلبہ اور سرپرستوں میں شدید قسم کی بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔

اردو میڈیم کی جماعتوں کے طلبہ کی تعلیمی حالت نہایت خراب ہے کیونکہ ان کو ان کی مادری زبان میں تاریخ مدرسین تعلیم نہیں دی جا رہی ہے لہٰذا ایسے مدرسین کا تقرر فوری عمل میں لایا جائے جو متذکرہ بالا مضامین پر عبور رکھتے ہوں۔

ڈاکٹر انیس۔ حبیب قریشی

اردو بلٹز

اخباروں سے تراشے

اردو کی تعلیم و ترقی کے لئے اقدامات

کانپور:۔ وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے یہاں یوپی اقلیتی کنونشن کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ اقلیتوں کے ساتھ اگر کوئی بے انصافی ہوتی ہے تو اس کو دور کرنے اور اردو کی تعلیم و ترقی کے مواقع فراہم کرنے کے سلسلے میں مرکزی اور ریاستی حکومتیں ضروری اقدامات کر رہی ہیں اور امید ہے کہ اقلیتوں کے دلوں میں جو شک ہے وہ دور ہو جائے گا۔

وزیر اعظم نے کہا کہ اردو نے ہمارے ملک میں جنم لیا ہے اس کا ادب اور شاعری بہت شاندار ہے اس کو ہم اپنی تہذیب سے نکال پھینکیں تو کسی ایک فرقے کو نہیں سارے ملک کو نقصان پہنچے گا۔ انھوں نے اردو کی مخالفت کرنے والی ایک پارٹی کے اس پروپیگنڈے کو غلط بتایا کہ اردو کو اترپردیش کی دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جا رہا ہے انھوں نے کہا کہ بدقسمتی سے اترپردیش میں صرف اردو کے خلاف ہی نہیں ایک بار انگریزی کے خلاف بھی مہم چلائی گئی تھی۔

انھوں نے کہا کہ اردو کے سلسلے میں ریاستی حکومت نے کوئی نئی پالیسی نہیں اپنائی اردو میں درخواستیں قبول کرنے اور تحریر وغیرہ رکھنے کے فیصلے نئے نہیں ہیں یہ پرانے فیصلے ہیں جن پر عمل درآمد میں کچھ وقت لگا۔ خوشی کی بات ہے کہ اردو کی ترقی سے متعلق پروگرام اب آگے بڑھ رہے ہیں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اردو کی ترقی سے ہندی یا انگریزی کا نقصان ہوگا ہم صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ جو لوگ اردو پڑھنا چاہیں ان کو اس کی ضروری سہولتیں میسر ہوں جو شخص دوسری بولی نہ جانتا ہو اس کو عدالتوں وغیرہ میں کوئی دشواری نہ ہو انھوں نے کہا کہ دوسری ریاستوں میں بھی لسانی اقلیتوں کو ایسی ہی سہولتیں فراہم کی جا رہی ہیں۔

• الجمعیۃ، دہلی

اردو بولی اتحاد کی نشانی

سہارنپور:۔ کیرالہ کے سابق گورنر اور مشہور سیاسی رہنما شری اجیت پرشاد جین ایم پی نے قومی ایکتا کمیٹی کے عید ملن جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اردو زبان قومی اتحاد کی نشانی ہے اور یہ کسی ایک فرقہ کی زبان نہیں ہے انھوں نے کہا کہ یہ زبان صدیوں سے دہلی اور یوپی میں بولی جاتی ہے لیکن کچھ لوگ اسے ایک فرقہ کی زبان قرار دے کر اس کی اہمیت ختم کرنا چاہتے ہیں۔ • الجمعیۃ، دہلی

اردو ایڈیٹرس کانفرنس

لکھنؤ:۔ یہاں نومبر کے مہینے میں منعقد ہونے والی آل انڈیا اردو ایڈیٹرس کانفرنس کی تیاریاں پورے زور و شور سے جاری ہیں اور مجلس استقبالیہ کی طرف سے جاری ہونے والے ایک پریس نوٹ کے بموجب یہ سہ روزہ کانفرنس قیصر باغ کی مشہور سفید بارہ دری میں ۱۶ر نومبر سے شروع ہوگی جس کا افتتاح کرنے کے لئے وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے منظوری دیدی ہے۔

شیخ محمد عبداللہ نے بھی کانفرنس میں شرکت کے لئے اپنی منظوری بھیج دی ہے۔ اس کے علاوہ اترپردیش کے وزیر اعلیٰ جناب ہیم وتی نندن بہوگنا، وزیر اطلاعات و نشریات جناب اندر کمار گجرال، گورنر یوپی جناب اکبر علی خاں، وزیر اعلیٰ بہار جناب عبدالغفور اور دوسرے اکابرین اجلاس کی مختلف نشستوں میں شریک ہوں گے۔ ملک کی دوسری سیاسی جماعتوں کے صف اول کے رہنماؤں کو بھی مدعو کیا گیا ہے۔

۱۶ر نومبر کو آل انڈیا اردو اخبارات کی ایک خصوصی نمائش کا انتظام کیا گیا ہے جس میں ملک کے سب سے پہلے اردو اخبار، اور اس وقت سے آج تک کے ہندوستان اور دوسرے ممالک میں شائع ہونے والے تمام اردو اخبارات دیکھے جا سکیں گے۔ یہ اردو اخبارات کی ایک یادگار نمائش ہوگی جس سے اردو صحافت کی دو سو سالہ تاریخ پر روشنی پڑے گی۔

مندوبین کے قیام و طعام کا انتظام مجلس استقبالیہ کرے گی۔ اس کانفرنس میں شرکت کے لئے ریلوے نے جو رعایت دی ہے اسے حاصل کرنے کے لئے مندوبین کو چاہئے کہ وہ اپنی آمد کے بارے میں کافی پہلے سے دفتر استقبالیہ کو مطلع کر دیں۔ تاکہ انھیں اس رعایت کو حاصل کرنے کے لئے ضروری سند روانہ کردی جائے۔ • قومی آواز، لکھنؤ

(باقی صفحہ ۔ کالم ۲)

انجمن کی خبریں

اردو کی تعلیم کے سلسلے میں سکریٹری اترپردیش کو شکایتی خط

دفتر انجمن ترقی اردو اترپردیش کو اردو پڑھائی کے متعلق مختلف اضلاع سے شکایتیں وصول ہوتی رہتی ہیں اور افسران متعلقہ کو توجہ دلانے کے بعد ان شکایتوں کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے مگر کچھ شکایتیں ایسی بھی ہیں جن پر بار بار یاددہانی کے باوجود کچھ نہیں ہو سکا ہے۔ ان شکایتوں کو تحریری طور پر لکھ کر میں خود سکریٹری ایجوکیشن سے ملی اور درج ذیل خط ان کو دیدیا۔

نقل خط:- آپ کو یاد ہوگا کہ مختلف اسکولوں اور کالجوں میں اردو جاری کرنے کے سلسلے میں آپ سے میں ملی بھی اور فون پر بھی باتیں ہوئیں۔ آپ کے کہنے کے مطابق میں ان شکایتوں کو لکھ کر بھیج رہی ہوں۔ مہربانی سے جلد از جلد اس طرف توجہ فرمائیں۔

(۱) گرلز انٹر کالج بلرام پور ضلع گونڈہ۔ اس کالج میں پرائمری سکشن بھی ہے۔ اسی کالج میں درجہ اول سے نے کر نویں کلاس تک ایسی لڑکیاں ہیں جو اردو پڑھنا چاہتی ہیں ان لڑکیوں کی تعداد ۲۹۰ ہے مگر اب تک وہاں کوئی اردو ٹیچر نہیں رکھا گیا ہے۔

(۲) جونپور گورنمنٹ گرلز کالج کے درجہ گیارہ میں ۱۵ لڑکیوں سے زیادہ لڑکیاں اردو بحیثیت مضمون لینے کے لئے تیار ہیں مگر ابھی تک کوئی انتظام نہیں کیا گیا ہے۔

(۳) جونیر ہائی اسکول گوپامئو ضلع ہردوئی میں اب تک اردو ٹیچر نہیں پہنچا ہے۔

(۴) پرائمری پاٹھ شالہ اور جونیر کنیا پاٹھ شالہ باعث میں ابھی تک اردو ٹیچر نہیں رکھا گیا ہے۔

(۵) قائم گنج ضلع فرخ آباد میں پرائمری اسکول میں ابھی تک اردو ٹیچر کا تقرر نہیں ہوا ہے۔

(۶) نوتنواں ضلع گورکھپور کے پرائمری اسکولوں۔ گرلز انٹر کالج اور نوتنواں انٹر کالج میں اردو پڑھائی کا انتظام ابھی تک نہیں ہو سکا ہے۔

(۷) داعا ضلع میرٹھ کے پرائمری پاٹھ شالہ نمبر ایک، پرائمری پاٹھ شالہ نمبر ۲ اور جونیر ہائی اسکول میں ابھی تک اردو ٹیچر کا انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ اسی طرح راج کنیا انٹر کالج میں اردو پڑھائی جاتی تھی مگر اب اردو پڑھانے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

(۸) مجھکو جونیر ہائی اسکول ٹکواری بستی میں آپ نے کہا تھا کہ آپ نے بذریعہ تار پرنسپل سے اردو جاری نہ رکھنے کی وجہ دریافت کی ہے۔ مگر ابھی تک پرنسپل نے اردو جاری کرانے کے لئے کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا ہے۔ بلکہ انکار کیا کہ آپ کی طرف سے ان کو کوئی تار وصول نہیں ہوا ہے۔

مہربانی سے میری ان شکایتوں پر فوری توجہ دیجئے۔ اتنا یاد دلانا چاہتی ہوں کہ ان شکایتوں کو میں ڈاکٹر ملہوترا اور جناب کو بھی کر دے چکی ہوں۔ اگر ان حضرات کو ان اسکولوں میں اردو جاری کرانے میں دقت پیش آ رہی ہو تو آپ مدد فرمائیں تاکہ ان اسکولوں میں اردو جاری ہو جائے۔"

مجھے خوشی ہے کہ گرلز انٹر کالج بلرامپور میں جب شا اردو جاری ہو گئی ہے۔ تا حال ابھی اور جگہ سے اردو جاری ہونے کی اطلاع نہیں آئی ہے اگر کسی اور جگہ اردو جاری ہو گئی ہے تو اس کی اطلاع بھی ملنی چاہئے۔ جو مقامات باقی ہیں وہاں اردو جاری کرانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

اردو کے متعلق حکومت نے جو وعدے کئے ہیں ان کی روشنی میں اس کو ان شکایتوں کو رفع کرنا پڑے گا۔

سلطانہ حیات۔ نائب صدر
ریاستی شاخ اترپردیش



جیتئے

32,50,000 روپے

کے انعامات

ڈاکخانے کے سیونگز بنک کے ذریعے

جن کھاتوں میں
جمع شدہ رقم یکم نومبر 1973ء
سے 31 مئی 1974ء تک
دو سو روپے
یا اس سے زیادہ رہے گی،
وہ کھاتے انعامات کی
لاٹری میں شامل کئے جائیں گے۔

یہ فائدہ آپ کو اپنے سیونگز
کھاتے پر ملنے والے سود کے
علاوہ ہوگا۔

اپنے لئے انعام جیتنے کے مواقع بڑھانے کے لئے آپ جتنے کھاتے چاہیں کھول سکتے ہیں لیکن ایک ڈاکخانے میں ایک سے زیادہ کھاتہ نہیں کھولا جا سکتا۔ تمام کھاتوں میں کل جمع شدہ رقم 25,000 روپے سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ کسی نابالغ کے نام پر بھی کھاتہ کھولا جا سکتا ہے۔

پہلی لاٹری جون 1974ء میں نکالی جائیگی۔ جلدی کیجئے۔ اپنے نزدیکی ڈاکخانے کے ذریعے فوراً کھاتہ کھلوا دیجئے۔

پہلا انعام 2,50,000 روپے

دوسرے نمبر کے	5 انعامات	1,00,000	روپے ہر ایک
تیسرے نمبر کے	10 انعامات	50,000	روپے ہر ایک
چوتھے نمبر کے	100 انعامات	10,000	روپے ہر ایک
پانچویں نمبر کے	1,000 انعامات	500	روپے ہر ایک
چھٹے نمبر کے	10,000 انعامات	50	روپے ہر ایک

تفصیلات ان پتوں سے حاصل کی جا سکتی ہیں

نیشنل سیونگز کمشنر

پوسٹ بکس 34، کراچی

Insp 70/877

دوسرے اداروں کی خبریں

پروفیسر مسعود حسین خاں کے اعزاز میں الوداعی تقریب

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ لسانیات کی جانب سے ۲۲ر اکتوبر پر پروفیسر مسعود حسین خاں کے اعزاز میں ایک الوداعی تقریب کا انعقاد کیا گیا جس میں شعبۂ لسانیات کے اساتذہ، طلبہ اور ریسرچ اسکالرز کے علاوہ پنجابی یونیورسٹی (پٹیالہ) کے شعبۂ لسانیات کے صدر پروفیسر ہرجیت سنگھ گل اور فیکلٹی آف آرٹس (مسلم یونیورسٹی) کے ڈین پروفیسر ہربنس لال شرما نے بھی شرکت فرمائی۔ تقریب کا افتتاح کرتے ہوئے صدر شعبہ ڈاکٹر عبدالغفار شکیل نے مسعود صاحب کو جامعہ ملیہ (دہلی) کا وائس چانسلر مقرر ہونے پر پرجوش مبارکباد پیش کی اور ساتھ ہی ساتھ ان کے یہاں سے چلے جانے پر گہرے رنج کا اظہار بھی کیا۔ انھوں نے موصوف کی ان خدمات کا بھی ذکر کیا جو انھوں نے شعبۂ لسانیات کے قیام اور اس کو ترقی دینے کے سلسلے میں انجام دیں۔ اس موقع پر شعبہ کے طلبہ اور اساتذہ کے علاوہ پروفیسر گل اور پروفیسر شرما نے بھی مسعود صاحب کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

آخر میں پروفیسر مسعود حسین خاں نے حاضرین اور بانیانِ تقریب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو تھوڑے سے مفاد کی خاطر اپنے بنے بنائے گھر کو برباد کر دیتے ہیں۔ میں شعبۂ لسانیات کو چھوڑ کر کہیں اور جانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ میں حیدرآباد سے علی گڑھ اس لئے واپس آیا کہ یہاں سے میرا ذاتی تعلق ہے۔ جامعہ کے وائس چانسلر کا عہدہ قبول کرنے سے میں نے انکار کیا لیکن جب وہاں کے لوگوں کی جانب سے بہت اصرار ہوا تو میں نے یہ عہدہ قبول کر لیا۔ موصوف نے بتایا کہ جامعہ سے میرا رشتہ دوسرا ہے۔ جامعہ کا میں چھ سال تک طالب علم تھا اور وہیں میری شخصیت پروان چڑھی۔ میں نے ان لوگوں کے کاموں کو دیکھا ہے جو اس کے بنانے والوں میں سے ہیں۔ جامعہ کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا جامعہ کوئی دوسرا ادارہ نہیں ہے وہ علی گڑھ کے بطن سے ہی پیدا ہوا۔ جب علی گڑھ اپنے راستے سے ہٹ گیا تو جامعہ نے جو اس کا "بچہ" تھا اسے سیدھے راستے پر لگانے کی کوشش کی۔

آخر میں موصوف نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں مسلمانوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں تو میں کہیں سے بھی اینٹی نیشنل یا غیر قومی نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ مسلمان بھی اسی ہندوستانی قومیت کا حصہ ہیں۔ کوئی اچھوتوں کے "ادّھار" کے کام میں لگا ہوا ہے کوئی مسلمانوں کی خدمت کر رہا ہے، کوئی ہندی کو فروغ دے رہا ہے، کوئی اردو کی خدمت کا نعرہ لگا رہا ہے اس طرح سب ہندوستان کی خدمت کر رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا ہندوستانی قومیت کے فریم ورک میں اگر کوئی شخص کسی قوم یا کسی زبان کی خدمت کرتا ہے تو کہیں سے بھی اینٹی سیکولر یا غیر قومی نہیں ہے۔ انھوں نے آخر میں فرمایا کہ میں دور رہ کر بھی اس شعبے اور اس یونیورسٹی سے قریبی تعلق محسوس کرتا رہوں گا۔

• نامہ نگار

اردو کتابیں، اخبارات و رسائل خریدنے کے لئے کتب خانوں کو امداد

لکھنؤ:۔ اتر پردیش اردو اکاڈمی نے اردو کتابیں، اخبارات اور رسائل خریدنے کے لئے مالی امداد دینے کی غرض سے یو۔ پی کے عوامی کتب خانوں/ دار المطالعوں سے اکاڈمی کے مقررہ فارم پر ۱۵ر دسمبر ۱۹۷۳ء تک درخواستیں طلب کی ہیں۔ یہ فارم اتر پردیش اردو اکاڈمی کے دفتر آر۔ کے۔ ٹنڈن روڈ، قیصر باغ، لکھنؤ سے طلب کئے جا سکتے ہیں۔ اکاڈمی سے امداد حاصل کرنے کے لئے کتب خانے / دار المطالعے کا رجسٹرڈ ہونا اور درخواست کے ساتھ کتب خانے کے قواعد و ضوابط اور رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کی مصدقہ نقل بھیجنا ضروری ہے۔ جو کتب خانے مالی سال ۱۹۷۳ء-۱۹۷۲ء میں اردو اکاڈمی سے امداد حاصل کر چکے ہیں ان کی درخواستوں پر صرف اس صورت میں غور کیا جا سکے گا جب وہ گذشتہ امداد کا یوٹی لائی زیشن سرٹیفکیٹ بھیج چکے ہوں۔

(الف۔ پ۔ الف۔ الف)

تبصرہ

اصغر عباس

کتاب : لاریب
مصنف : غلام مرتضیٰ راہی
ناشر : دلنواز پبلیکیشنز بمبئی
قیمت : چار روپے

ہماری زبان میں شعری تصانیف کی ابتدا سے افراط رہی ہے اور اسی لیے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اردو میں شعری سرمایہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ بات کسی حد تک درست ہے۔ شاید سر سید اور ان کے رفقاء نہ ہوتے تو آج تک ہماری زبان شعر و داستان کی زبان بنی رہتی۔ آج بھی اگر صرف کمیت کو دیکھا جائے تو شعری تصانیف کی خاصی قابل لحاظ تعداد مل جائے گی لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اس سے کم از کم اس وارفتگیِ شوق کا اظہار ضرور ہوتا ہے جس سے شعر و ادب میں کارہائے نمایاں کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اسی لیے جب کبھی شاعری کے ایسے مجموعے ہاتھ لگتے ہیں جو تازہ بہ تازہ اور نو بہ نو زاویوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں تو ان سے مسرت اور بصیرت دونوں حاصل ہوتی ہیں۔۔ غلام مرتضیٰ راہی کی غزلوں کا دوسرا مجموعہ کلام "لاریب" ابھی زمرہ میں آیا ہے اس سے قبل ان کا مجموعہ کلام "لامکاں" شائع ہو کر خوب شناسوں میں مقبول ہو چکا ہے۔

لاریب میں نوے سے زیادہ غزلیں ہیں شرح میں عناصر پر چار غزلیں ہیں ان میں راہی صاحب نے جو ردیف اور بحر منتخب کی ہے وہ ان کی شاعرانہ مہارت اور لفظوں کی موسیقیت پر ان کے عبور کو واضح کرتی ہے یہ مجموعہ ایک ایسے شاعر کی تخلیق ہے جس کے یہاں اپنی تہذیب اور غزل کی روایت کا بھرپور احساس ہے جو آج کے انسان کے باطنی کرب اس کے ذہن کی دوگونہ کیفیت کسی سمت راہ نہ پا سکنے کے احساس اور عصری شعور سے عبارت ہے اس نے روایتوں کا رشتہ نئی آگہی سے جوڑ کر قدیم و جدید کے امتزاج سے اپنے فن کو ایک نیا آہنگ بخشا ہے۔ اسی لیے لاریب کی غزلوں میں پختگی اور توانائی دونوں ملتی ہیں۔ اس مجموعہ میں جابجا ایسے شعری نشتر ملتے ہیں جو دیر تک پڑھنے والے کے ذہن میں چبھتے رہتے ہیں۔

جھپک گئی تھی گھڑی دو گھڑی کو آنکھ کہیں
سفر ہمارا اسی درمیان ختم ہوا

ٹھہر کہ تیری نگاہوں پہ پھیر دوں پانی
کہ پھر دکھائی دے شیشے میں بال بال مرا

چلا میں دیکھ کے اچھی طرح سمندر کو
پھر اس کے بعد جو دیکھا تو بے کنار لگا

تری آواز پر جانا تھا مجھ کو
مگر اب سامنے کوہ ندا ہے

کچھ ٹھیک نہیں ہے کہ ہم اس اندھے سفر میں
سر کو کہاں رکھ دیں کہاں تلوار اٹھا لیں

دراصل شاعری صرف الفاظ کے نگینے جڑنے کا نام نہیں اگرچہ ان کی توانائی کے بغیر اچھی شاعری ممکن بھی نہیں ہے راہی صاحب کا امتیازی وصف یہ ہے کہ انھوں نے اردو غزل کی علامتوں اور تشبیہوں کو اپنے اور آج کے بنیادی احساسات سے نئی شکل اور قوت عطا کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ علامتیں اور تشبیہیں طلسمات و رنگ کی ایک دنیا بن گئی ہیں اور اسی سے آج کے شعراء کی صف میں انھیں ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ غلام مرتضیٰ راہی صاحب کی فنی کاوشوں کا یہ سلسلہ اگر جاری رہا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس شاعر کے ہنر میں نئے اضافے ہوں گے۔

اس مجموعے کی کتابت اور گٹ اپ کا معیار اچھا ہے۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) پرنٹر و پبلیشر سید تفضل حسین ایم اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھپایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا